حضرت مولانا امین الحق صاحب مدظلہ خطیب شیخوپورہ

نبوّت کی حقیقت اور اسکی عظمت

قسط ۴

حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے۔ اہل علم کا طریقہ یہ ہے کہ علماء کے اقوال کو احتیاط کے ساتھ لیتے ہیں۔ اور ان کو سوچتے ہیں اس کے بعد کتاب و سنت اور خلفائے راشدینؓ کے اقوال سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر علماء کے اقوال ان کے موافق ثابت ہوتے ہیں تو لیتے ہیں اور ان کے موافق فیصلہ کرتے ہیں۔ اور فتویٰ دیتے ہیں اور جب کتاب و سنت اور خلفائے راشدینؓ کے اقوال کے مخالف علماء کے اقوال ثابت ہوتے ہیں۔ تو ان کو رد کرتے ہیں۔ اور ان پر التفات نہیں کرتے (اعلام الموقعین ص ۳۲ ج ۲۵)

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے عمل میں اور دوسرے شہروں کے باشندوں کے عمل میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اہل حجاز اہل عراق اہل شام اہل مدینہ اس اعتبار سے سب برابر ہیں کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔ جس کا عمل سنت پر ہو رہا ہے۔ جس کے عمل کی سنت تائید کرتی ہے تو ان کا عمل اتباع کے قابل ہے اور جب اہل علم میں اختلاف ہوتا ہے تو ان میں سے بعض کا عمل دوسرے بعضوں پر دلیل اور حجت نہیں ہے۔ حجت تو اتباع سنّت ہے۔ اگر بعض مسلمان سنّت کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ تو ان کا عمل چھوڑا جائیگا اور سنت قائم رکھی جائے گی۔ بات یہ ہے کہ عمل کے جانچنے کیلئے سنت معیار ہے۔ مگر عمل سنّت کے پرکھنے کا معیار نہیں ہے۔ (اعلام الموقعین ص ۴۲۳ ج ۲)

غرض یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت تشریع ہے اور معصوم ہے واجب الاطاعت ہے۔ اور علماء کے اقوال صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ علماء کے اقوال دلیل اور حجت نہیں ہیں۔ نزاع اور اختلاف میں علماء کے اقوال قابل استدلال اور دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ علماء کے

اقوال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے جانچے اور پرکھے جائیں گے اگر سنت کے مطابق ہیں تو قبول کئے جائیں گے اور اگر سنت کے مخالف ہیں تو رد کئے جائیں گے۔ اور سلف سے لیکر خلف تک اہل علم کا یہ اجماعی مسلک ہے۔ مگر ادارۂ تحقیقات اسلامی کے رئیس اور آپ کے رفقائے کار کو جب اپنے مزعومات کیلئے ثبوت کی ضرورت پڑتی ہے تو کبھی ابن شبرمہ اور ابوبکر اصم کا حوالہ دیتے ہیں کہ صغر سنی میں یہ حضرات نکاح کرنے کو منع کرتے ہیں۔ اور کبھی امام اوزاعیؒ امام مالکؒ امام ابو یوسفؒ کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان حضرات نے رواج عام کو سنت کہا ہے اور مسلمانوں کے سیاسی اور عسکری راہنماؤں کو از خود سنت کے قائم کرنے کا حق دیا ہے۔ اگرچہ ان حضرات ائمہ کا دامن علم دیانت ایسے اتہامات سے پاک ہے۔ مگر بفرض محال انہوں نے ایسا کہا بھی ہوتا تو ان کے ایسے اقوال کتاب و سنت کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں تھے بلکہ مسترد کرنے کے لائق ہیں۔ مگر سنت کے خلاف ان صاحبوں کے تمام پروپیگنڈا کا سرمایہ اس طرح کا بے بنیاد اور ناقابل اعتماد ہوتا ہے۔ کہ شاید یہ صاحبان بھی اس حقیقت کو جانتے ہوں گے مگر یہودی عیسائی درسگاہوں میں بنے ہوئے ذہن کا برا ہو جس نے مسلمان کو سنن کی تبدیلی اور دین اسلام میں تحریفی اقدامات کرنے پر تیار کیا ہے۔

سنت اور تشریع میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے امر میں قرآن شریف نے کسی قوم اور وقت کو مخصوص نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام بنی آدم کے لئے ہے۔ اور تمام ازمنہ کیلئے ہے۔ اس لئے قیامت تک بنی آدم کو قرآن شریف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر مامور فرمایا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "میں ان کا بھی رسول ہوں جو اب زندہ ہیں اور ان کا بھی جو میرے بعد ہوں گے۔" اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تشریع کی جگہ کسی دوسرے کی سنت اور تشریع کو نہیں دی جاسکتی۔ دین کی تشریع خواہ کتاب میں ہو یا سنت میں اللہ کی وحی سے ہوتی ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی از خود تبدیل نہیں کر سکتے۔ جب تک اللہ کی وحی اسکو تبدیل نہ کرے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے: "آپ فرما دیجئے میرا کام نہیں کہ اسکو بدل ڈالوں اپنی طرف سے، میں تابعداری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف۔" اگر یہ تجویز جائز ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تشریع کو بدل دیا جائے۔

اور نئی سنت اور جدید تشریع ضرورت کے مناسب حالات کے مطابق کی جائے تو پھر یہ تسلیم ہو جانا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی نبوت دی جاسکتی ہے۔ اور نیا نبی آسکتا ہے تاکہ وہ نئی تشریع کرے اور سابق وحی کو اٹھائے اس لئے کہ نبی تشریع کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور نبوت لائے بغیر تشریع نہیں کی جاسکتی۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس وقت بعثت کی جاتی ہے۔ جب لوگوں کو ان کے بیان کی ضرورت اور حاجت ہوتی ہے۔ اور اگر پہلے سے سابق نبی کی شریعت چلی آرہی ہے اور اسکی مدت ابھی باقی ہے۔ تو لوگوں کو نئی بعثت کی ضرورت اور بیان کی حاجت نہیں ہے۔ اور یہاں یقینی دلیل سے معلوم اور ثابت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ کیلئے کوئی نبی نہیں ہے۔ اس لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا قیامت تک کے لیے باقی رہنا بھی یقینی ہے۔ (اصول سرخسیؒ صفحہ ۱۰۱-۱۰۲ ج ۲)

نبی کی بعثت کی ضرورت تشریع کے بدلنے کی حاجت کیلئے ہوتی ہے۔ اگر تشریع کی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے تو نبی کے آنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور اگر تشریع کے بدلنے کی حاجت ہے تو نبی کا آنا ضروری ہے تو جسکو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور تشریع کے بدلنے کا حق دیا جاتا ہے۔ اسکو نبی تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔

شیخ ابن عربیؒ لکھتے ہیں: نبوت کے اجزاء اور صفات بہت ہیں۔ اور ان تمام کے مجموعہ کا نام نبوت ہے۔ اور جس میں نبوت کے تمام اجزاء اور صفات موجود نہیں ہیں، وہ نبی نہیں ہے۔ اس پر نبوت کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ نبوت کا لازم اور ضروری جز یہ ہے۔ کہ وہ فرشتہ کے توسط اللہ کی وحی لیتا ہے۔ اور اس سے تشریع کرتا ہے۔ (فتوحات باب ۱۴ ج ۲ فصل ثالث)

شیخ ابن عربیؒ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق آدم سے پہلے نبی تھے۔ اور تمام شرائع کے باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور نبوت تھی۔ اور تمام انبیائے سابقین تشریع کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے۔ اور جب آپ کی بعثت کا ظہور ہوا تو آپ کی شریعت اور تشریع میں آپ کی نبوت ظاہر ہوئی اور اسکی دلیل یہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کہ میں اس وقت بھی نبی تھا، جبکہ آدمؑ ابھی روح اور جسد کے درمیان تھے۔ اور اللہ کیطرف سے تشریع اور شریعت دئیے بغیر نبوت نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لئے آپ کے ظہور بعثت سے قبل بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپکی

نیابت میں آپ کی شریعت کی تشریح کر رہے تھے۔ (فتوحات باب ۱۲ ص ۱۴۳)

غرض یہ ہے کہ نبی کی بعثت شریعت دینے کیلئے ہوتی ہے۔ اور جب وقت اور مصالح کا تقاضا بدل جاتا ہے تو حق تعالیٰ جدید تشریع کیلئے نئے نبی کو مبعوث فرماتا ہے۔ اگر کسی کو نبوت کا دعویٰ ہے۔ مگر تشریع کا انکار کرتا ہے۔ تو اسکی نبوت فضول ہے۔ اسکی ضرورت نہیں تھی اور اس کے پاس نبوت کا سب سے اہم جزء تشریع نہیں ہے۔ اسکو نبی نہیں کہا جائیگا اور اگر کوئی تشریع کرتا ہے۔ اگرچہ اس نے نبوۃ کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ تو وہ منصب نبوۃ کے بغیر پیغمبرانہ منصب پر بیٹھتا ہے۔ اور پیغمبرانہ وظائف کو اپنا حق جانتا ہے۔ اگر ادارہ تحقیقات اسلامی کے رئیس نے ہر ایک مستعد اور قابل شخص کو پیش نظر صورت حالات کے مطابق آزادانہ تعبیرات میں جاری اور زندہ سنت قائم کرنے کا حق دینا چاہا ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی کی آمد کو جائز سمجھا ہے یا نبی کے بغیر بھی تشریع کرنے کو آپ جائز سمجھتے ہیں۔

قرآن شریف نبی کے سوا کسی کو تشریع اور قانون سازی کا حق نہیں دیتا

قرآن شریف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کیلئے بھی خواہ وہ امیر ہے یا اس کا نائب ہے، فرد ہے، یا جماعت ہے۔ تشریع اور قانون سازی کا حق تسلیم نہیں کرتا ہے۔ قرآن شریف نے آباؤ اجداد کی تقلید کی اس لئے مذمت کی ہے کہ دین حق آباؤ اجداد کے احترام کی تقلید کا تابع نہیں ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے امراء مسلمانوں کے فقہا اور مجتہدین سے قرآن شریف نے اس لئے اختلاف کرنے کا حق دیا ہے کہ قرآن شریف رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو بھی اپنے فکر و نظر میں اپنی فقہ و اجتہاد اپنے علم و عمل میں معصوم نہیں جانتا۔ ان میں ہر ایک سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اور ہر ایک خطا کر سکتا ہے۔ اس لئے کتاب و سنت کے سوا کوئی شارع اور قانون ساز نہیں ہے۔ قطعی اور معصوم حجت صرف کتاب اور سنت ہے۔ قرآن شریف نے یہود اور نصاریٰ کو اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنانے کا اس لئے الزام دیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کے کہنے پر اللہ کے حرام کو حلال اور اللہ کے حلال کو حرام کر دیا تھا۔ عدی بن حاتم رضؓ نے جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے علماء اور درویش جب تمہارے لئے اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کرتے تھے تو تم اسکو نہیں مانتے تھے۔ حضرت عدیؓ نے اقرار کرتے ہوئے کہا ہم ان کے کہنے کو اسطرح تسلیم کرتے تھے جسطرح انہوں نے کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انکی اس طرح کی حلت اور حرمت کو تسلیم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ تم نے ان کو رب بنا دیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور پیروں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور درویشوں کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام کرتے تھے اور یہی ان کی عبادت تھی کہ ان کے حلال اور حرام کا فیصلہ تسلیم کرتے تھے۔

ابوالبختریؒ فرماتے ہیں: اگر یہود اور نصاریٰ کے علماء ان کو یہ امر کرتے کہ وہ انکی عبادت کریں تو ان کا یہ کہنا وہ ہرگز نہ مانتے لیکن انہوں نے اللہ کے حلال کو ان کیلئے حرام اور اللہ کے حرام کو ان کے لئے حلال کر دیا۔ اور یہود و نصاریٰ نے ان کی اس تشریع کو جائز تسلیم کیا۔ اور یہ معنی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا دیا تھا۔ اسی طرح اگر ہم مسلمان بھی ادارہ تحقیقات اسلامی کے رئیس کے حسب تحریر سیاسی اور عسکری راہنماؤں یا امراء اور ان کے نائبوں کو خدا کے حرام کو حلال کرنے کا اور خدا کے حلال کو حرام کرنے کا حق دیدیں اور یہ تسلیم کرلیں کہ ان صاحبوں کی تقنین کی وہی حیثیت اور مقام ہے۔ جو صاحب نبوت صاحب تشریع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی حیثیت اور مقام ہے تو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں ہم ان صاحبوں کی بندگی کریں گے۔ اور ان کو ہم نے رب بنا دیا ہے ـــــــ اعاذنا اللہ! کتاب و سنت کی صریح شہادت کے ہوتے ہوئے کتاب و سنت کے مقابلہ پر کسی شخصیت کی تشریع و قانون سازی اللہ کے دین میں لائق پذیرائی اور قابل تسلیم نہیں ہو سکتی ہے ـــــــ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریع کا مقام کیا ہے

قرآن شریف نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی تشریع اور تبیین کے لئے مخصوص اور متعین فرما دیا ہے۔ اسی طرح ہم کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایک امر اور نہی کی تعمیل پر مامور فرماتا ہے۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی مخالفت کرنے پر عذاب الیم

اور فتنہ عظیم کی وعید سناتا ہے۔ اور حضورؐ کے امر اور نہی کے بعد کسی انسان کو اس کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار نہیں دیتا۔ بلکہ ہر ایک مسلمان پر اسکی پابندی کو لازم کرتا ہے۔

مسند امام احمد حدیث صفحہ ۳۳۰۰ میں مذکور ہے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دباء، نقیر وغیرہ ایسے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا جس میں شراب استعمال کی جاتی تھی۔ اور استشہاد کیلئے سورۃ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی: وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ ترجمہ:۔ (اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دے۔) اور بخاری کتاب التفسیر میں مذکور ہے: عبداللہ بن مسعودؓ نے بنی اسد کی ایک عورت ام یعقوب کے سوال کے جواب میں فرمایا میں ایسی عورت پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے۔ اور قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اور مسند امام احمدؒ حدیث صفحہ ۴۹۴۵ میں مذکور ہے۔ کہ ابن مسعودؓ نے اپنی دلیل اور استدلال میں سورۃ حشر کی مذکورہ آیت پڑھی — ابن مسعودؓ کے اس اثر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورۃ حشر کی مذکورہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے امر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ایک سنت اور حدیث کو جامع اور شامل ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورۃ حشر کی مذکورہ آیت میں فخذوہ اور فانتھوا دو امر ہیں اور منزل من اللہ ہیں اور ہم سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر ایک امر اور نہی کی پابندی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر اور نہی کی پابندی کا التزام کرنا سورۃ حشر کی آیت میں مذکورہ امر اور نہی ما انزل اللہ کے امر اور نہی کی تعمیل اور پابندی ہے اور جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر اور نہی کی پابندی کا التزام نہیں رکھتا ہے۔ وہ ما انزل اللہ کی اللہ کے امر اور نہی کی تعمیل کی پابندی کا التزام نہیں کرتا ہے۔

قرآن شریف میں تشریع اور قانون سازی کا ضابطہ

قرآن شریف نے ایمان والوں کے لئے ما انزل اللہ کو قطعی اور آخری فیصلہ قرار دیا ہے۔ اور اسکی اتباع کرنے پر مامور فرمایا ہے۔ اور ما انزل اللہ کے سوا کسی کی تقنین و تشریع کو قرآن شریف تسلیم نہیں کرتا اور اسکی اتباع کرنے سے روکتا ہے — وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم واتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء۔ ترجمہ۔ (حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل۔ چلو اسی پر جو

اترا تم پر تمہارے رب کیطرف سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے۔)
ما انزل اللہ کے مخالف اور مقابل سب ھوی اور خواہش ہے۔ اور خدا کی اتاری ہوئی ہدایات کو چھوڑ کر دوسروں کی خواہش اور ہوی پہ چلنا تباہ کاری اور گمراہی کا راستہ ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کیلئے ما انزل اللہ کے سوا دوسرا قانون اور صحیح فیصلہ نہیں ہے ۔۔ ولا تتبع اھوائھم عما جاءک من الحق لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ (سید ھا راستہ چھوڑ کر جو تیرے پاس آیا ہے۔ ان کی خوشی پر مت چلو ہر ایک کو تم میں سے ہم نے دیا ہے ایک دستور اور راہ) مسلمانوں کے سامنے کیسی ہی عیارانہ اور فریب صورت پیش کی جائے مگر اس کے تسلیم کرنے سے روکے گئے ہیں۔ اور ما انزل اللہ کی اتباع کرنے پر مامور فرمائے گئے ہیں۔ اور بتایا گیا کہ ہر امت کا آئین اور طریقہ کار اس کے احوال و استعداد کے جداگانہ تھا۔ اور تمہاری قابلیت اور استعداد کے مناسب یہی آئین اور طریقہ تمہیں دیا گیا ہے۔ اس کو قائم رکھو تمہارے دستور اور شریع صرف یہی ہے۔ اگرچہ دین کے تجدید پسندوں نے اس کے خلاف بیہودیانہ لہجہ اختیار کیا اور ان کی لمبی زبانیں اللہ سے باہر آگئیں اور علمائے حق کے خلاف جگہ جگہ مختلف شکلوں میں دست وگریبان ہو رہے ہیں۔ اور حالات و مصالح کی آڑ میں طعن و تشنیع کی زبانیں کھول دی ہیں۔ مگر اللہ کا امر یہ ہے کہ ما انزل اللہ کے سوا مسلمان کے لئے کوئی دوسرا آئین اور طریقہ کار نہیں ہے۔ اور بیہودیت کے دلدادہ فرزندوں کے شور وغل پر کسی قسم کی توجہ اور التفات نہ کیا جائے بیشک یہ صحیح اور درست ہے کہ فقہاء اور مجتہدین نے فقہی اور اجتہادی رائے کو قائم کیا ہے۔ اور لوگ ان کی تقلید بھی کرتے ہیں۔ مگر ان حضرات نے ایسے وقت اور ایسے واقعہ میں فقہی رائے دی ہے۔ جبکہ اس واقعہ کے لئے ما انزل اللہ میں اثبات اور نفی کا حکم مذکور نہیں تھا۔ تو ما انزل اللہ کی کلیت اور جامعیت سے فکر و نظر کی پوری توجہ اور تدبر میں اہل فقہ و اجتہاد نے کوئی حکم حاصل کیا۔ تو وہ درحقیقت ما انزل اللہ کی تفصیل اور توضیح ہوتی ہے۔ اور ما انزل اللہ کا حزب مخالف نہیں ہوتا ہے۔ نیز فقہاء اور مجتہدین نے ایسی تشریح نہیں کی ہے کہ قرآن و سنت کی تشریح کی طرح اسکی اتباع ضروری اور اسکی مخالفت حرام ہے۔ ایک مجتہد نے دوسرے مجتہد کی رائے اور اجتہاد کی مخالفت کی ہے۔ اور امت کے اہل علم نے کسی وقت بھی اس پر گرفت نہیں کی ہے۔ مجتہدین نے اپنی تقلید کی کسی وقت بھی دوسروں کو دعوت نہیں دی ہے۔ بلکہ دوسروں کو اپنی تقلید سے ہمیشہ منع کیا ہے۔ مجتہدین صرف اپنے مجتہدات کو مسلمانوں کیلئے ایک متعین دستور

اور آئین بنانے سے مسلمان فرمانرواؤں کو روکا ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ جب منصور عباسی نے اپنے وقت میں اور ہارون الرشید نے اپنے وقت میں امام مالکؒ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ لوگ صرف آپ کی کتاب موطا کے مسائل پر عمل کریں۔ اور ہم اس کے لئے شاہی فرمان صادر کر دیں تو آپ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا آپ ایسا نہ کریں صحابہؓ کے مختلف فتاویٰ شہروں میں پہنچ گئے ہیں۔ اور ان پر قوموں نے عمل درآمد کیا ہے۔ لوگوں کو اسی حالت پر رہنے دیا جائے جسکو انہوں نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔

فقہاء اور مجتہدین کے مجتہدات کی یہی حقیقت تھی جو آپ نے پڑھ لی ہے۔ لوگوں نے ان کی تقلید کی مگر اپنی مرضی اور پسند پر جس کا قول چاہا اسکو اختیار کیا۔ اور اس پر عمل کیا ہے۔ ان حضرات نے یا کسی مسلمان فرمانروا نے کسی کو کسی کی تقلید اور اجتہاد کی اتباع پر مجبور نہیں کیا تھا۔

یہ عجیب سی بات ہے کہ اپنے خیالات کو اسلام کے نام پر اور عیسائی کارنیلس کے انتساب پر قانون بنایا جاتا ہے۔ اور یہ توقع کی جاتی ہے۔ کہ حکومت اس کے تسلیم کرنے پر لوگوں کو مجبور کرے! اس تملق اور ناروا اجتہاد کو اسلام کب برداشت کریگا۔ بیشک یہ درست ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے انسانی فکر و اجتہاد کو بالکل بیکار اور معطل نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کے لئے حد بندی کر دی گئی ہے۔ اس کے عمل کے لئے ایک دائرہ ہے۔ اور اس کے اندر اپنے فکر اور اجتہاد کے مناسب اپنی سعی و عمل سے پورا پورا استفادہ کرے اور وقت کے مقتضیات پر نظر کر کے باہمی مشورہ سے جسطرح چاہیں تقنین کریں۔ انسانی فکر و نظر کا دائرہ قرآن شریف نے اپنے بلیغ اور جامع اسلوب میں یہ بتایا ہے۔ کہ جن امور میں ما انزل اللہ کا حکم منصوص مذکور نہیں ہے۔ ان میں یہ اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وقت کے پیش نظر حالات کے مناسب ما انزل اللہ کے منصوص احکام میں غور و تدبر کے بعد ایسا حکم حاصل کیا جائے۔ کہ وہ کتاب و سنت کے مزاج کے مناسب ہے اور یہ خیال ہو سکتا ہے کہ کتاب و سنت سے بھی ایسے حکم دینے کی توقع کا امکان تھا۔ اور اس طرح قرآن شریف نے جمہور کو قانون سازی کے لئے مباحات کا وسیع دائرہ دیا ہے۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف نے اپنے بیان کے اسلوب میں منفی طریقہ اختیار فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ (اور جو کوئی حکم نہ کرے ما انزل اللہ کے موافق تو وہ کافر ہے۔) (ظالم ہے) (فاسق ہے) اگر ما انزل اللہ موجود ہے۔ اور اس کے موجود ہونے کے باوجود بھی جو اس پر حکم نہ کرے تو وہ کافر ہے یا ظالم ہے یا فاسق ہے اور اگر ما انزل اللہ میں منصوص حکم مذکور نہیں ہے۔ تو پھر کسی حکم کی تجویز کفر یا ظلم یا فسق

نہیں ہے۔ بلکہ ایسی صورت میں قانون سازی اور دستوری تجویز کی گنجائش ہے۔ قرآن شریف نے غیر ما انزل اللہ کے موافق حکم کرنے کو کفر یا ظلم یا فسق نہیں کہا ہے۔ بلکہ ما انزل اللہ کے موافق حکم ذکر نے کو کفر یا ظلم یا فسق کہا ہے۔ لیکن ما انزل اللہ اگر مذکور نہیں ہے تو اسکی موافقت اور اس پر حکم نہ کرنے کا سوال نہیں ہے۔ ما انزل اللہ کی موافقت کا مطالبہ اور اسکی مخالفت کی وعید اس وقت ہے جب ما انزل اللہ موجود ہے اور اسکی موافقت نہ کی جائے۔ اگر قرآن شریف مثبت اسلوب میں تعبیر فرماتا تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ غیر ما انزل اللہ کے موافق حکم دینا کفر یا ظلم یا فسق ہے تو پھر جمہور کے لئے مباحات کے دائرہ میں بھی قانون سازی کی اجازت کا ضابطہ قرآن کے بیان اسلوب سے مستفاد نہ ہوتا۔ قرآن شریف نے موجودہ اسلوب بیان میں منفی طریقہ اختیار کرنے میں اس شرط پر قانون سازی کی اجازت دی ہے کہ ما انزل اللہ میں منصوص حکم مذکور نہیں ہے۔ تو غور و تدبر اور فکر و اجتہاد سے پورا پورا استفادہ کیا جائے اور وقت کے مناسب مقتضیات کے موافق دستور بنایا جائے۔ ——— (باقی آئندہ) ———

دار العلوم کراچی کا علمی و دینی

ماہنامہ البلاغ

سرپرست :- حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی اعظم پاکستان

——— اس ماہ کے مستند مقالات ———

رمضان کی بعض کوتاہیاں - حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی ایک نادر تحریر

نیز

روزہ ، تراویح ، شب قدر ، اعتکاف اور رمضان سے متعلق گرانقدر مضامین

سالانہ چندہ چھ روپے - فی پرچہ ۵۶ پیسے

البلاغ - دار العلوم کراچی ۱۴